# دین برحق کا فروغ اور علماء کرام کی ذمہ داریاں

مولانا محمد عیسیٰ

**فقط اسلام محفوظ دین ہے**: ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کی عیسائیوں کے ایک پوپ (جو ان کا بہت بڑا مذہبی پیشوا تھا) سے ملاقات ہوئی، یہ پوپ کے مہمان ہوئے، ڈاکٹر صاحب نے پوپ سے سوال کیا کہ ہمیں ایسی کوئی بات بتاؤ شریعت عیسوی میں سند متصل کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہو، پوپ نے ڈاکٹر صاحب کا سوال سن کر سر جھکا لیا اور لاجواب ہوگیا چونکہ وہ خود معترف ہیں بلکہ اناجیل اربعہ ''چاروں انجیل'' میں یہ بات موجود ہے کہ ''اناجیل'' کی سند متصل نہیں بلکہ پاکستان میں عیسائیوں کی سینکڑوں مشنریاں ہیں جو بائبل اور انجیل میں سے کسی کتاب کو سند متصل کے ساتھ پیش نہیں کرسکتیں، ان کا کوئی پادری کسی سطر، کسی جملہ یا کسی باب کے بارے میں دعویٰ نہیں کرسکتا کہ یہ نازل شدہ ہے اور سندِ متصل سے ہے جبکہ معلم قرآن پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہے کہ ''الحمد'' سے ''والناس'' تک وہی قرآن ہے جو محمد ﷺ پر نازل ہوا اور حرف بحرف وہی ہے، پھر مغرب و دیگر ممالک میں منکرین حدیث کا فتنہ اٹھا چونکہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے اور قرآن کی حفاظت میں خدا تعالیٰ نے اس کے بیان کی بھی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے، خدا تعالیٰ نے ایسے شواہد مہیا کردیے کہ منکرین حدیث بھی لاجواب ہوگئے، آپ ﷺ کے تحریر شدہ خطوط دریافت ہوئے جو مختلف بادشاہوں کو دعوتِ اسلام کے لئے ارسال فرمائے تھے۔

فرانس کا ایک مستشرق گیا اس نے مصر سے ایک مخطوطہ دریافت کیا جس کی تحریر بعینہٖ وہی تھی

---

چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم برطانیہ

جو احادیث میں ملتی ہے، سلطان عبدالمجید کے دور میں ایک مخطوطہ ملا جو ترکی کے توپ کاپی میوزم میں محفوظ ہے۔ افریقہ میں دوسری جنگِ عظیم میں افریقہ میں مخطوطہ ملا جوشاہ روم نے چاک کردیا تھا اس وقت یہ سپر پاورز تھیں رومن ایمپائر اور پرشن ایمپائر (یعنی رومی اور ایرانی)۔ ۱۹۷۰ء میں ہنگری کے وزیرِ خزانہ نے ایک تحریر شائع کی جو رومن بادشاہ کے نام لکھی گئی تھی جو اردن کے میوزیم میں محفوظ ہے، ایسی تحریریں جسے نہ عام مسلمان لکھ سکتا ہے نہ ان کی حاصل شدہ تحریر جیسا رسم الخط مروج ہے اور پھر ان کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جن احادیث میں یہ عبارات نقل کی گئی ہیں، جب اصل مکتوب دریافت ہوئے تو ان احادیث سے ملا کر دیکھا تو کچھ بھی تبدیلی معلوم نہ ہوئی بعینہٖ جیسے احادیث میں یہ عبارات منقول تھیں ویسے ہی ان مکتوبات پر لکھی پائی گئیں۔ حالانکہ راوی نقل کرتے رہے معنی اور مطلب تو وہی لیکن الفاظ بدل سکتے تھے مگر یہ خدا کی شان ہے کہ جو الفاظ مبارک آپ ﷺ کی زبان اطہر سے ان پر رقم ہوئے کئی سو سال گزرنے کے بعد بھی احادیث میں وہی نقل ہوتے رہے، یہ تو تحریر کا حال ہے آپ ﷺ کی روزمرہ کی تعلیمات جو عملی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں ان میں بھی کوئی شبہ نہیں، ہمیں اسلام کی قدر تب معلوم ہوتی ہے جب اس کا موازنہ باقی مذاہب سے ہو کہ وہ مذاہب تغیر و تبدیل سے محفوظ نہیں، اور ان کی کتب بھی تحریف شدہ ہیں جبکہ اسلام جوں کا توں محفوظ ہے کلام مجید اور حدیث ویسی کی ویسی ہی محفوظ ہے۔

**فقط اسلام پیروی کے قابل ہے**: ایک پادری سے میری ملاقات ہوئی، اس نے کہا کہ آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ بائبل اور انجیل آسمان سے اتری ہوئی ہیں، میں نے کہا ہاں ہم ان کو منزل شدہ مانتے ہیں، اس نے کہا تو پھر عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان کیوں نہیں لاتے، میں نے کہا ''ہم جس نبی کی شریعت کو مانتے ہیں وہ کامل اور محفوظ ہے اور تمہاری شریعت کامل اور محفوظ نہیں۔ اسلام مکمل ضابطہ حیات اور تا قیامت انسانیت کے لئے ہے''۔

میں نے کہا عیسائیت کو ماننے میں ایک رکاوٹ ہے کہ یہ شریعت محفوظ اور کامل نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں ہمارا دین اسلام کامل بھی ہے محفوظ بھی ہے، عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی بھی

کامل زندگی کے پہلوؤں کے لئے رہنمائی نہیں کرتی۔ مثال کے طور پر دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی تھی اب بیوی کے ساتھ کیسی معاشرت برتی جائے کیسے زندگی گزاری جائے وہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے نہیں بتا سکتے ان کے اولاد نہیں تھی بچوں کی تربیت و پرورش کیسے ہو وہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے نہیں بتا سکتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بہت سارے کام پیش نہیں آئے مثلاً انہوں نے فوجی کی کمانڈ نہیں کی انہوں نے قاضی اور جج بن کر فیصلے نہیں دیئے انہوں نے خود تجارت نہیں کی انہوں نے مزدوری نہیں کی انہیں اجتماعی عبادات کا موقع نہیں ملا کہ جمع ہو کر جماعت سے نماز پڑھتے ہوں بس کچھ لوگ ایمان لائے تھے وہ اپنے روزی کمانے میں مصروف رہتے کبھی کبھار آجاتے کوئی بات دین کی سن لیتے تو بہت ساری چیزیں تو ان کی زندگی میں پیش ہی نہیں آئیں جو انسان کی زندگی کے افعال ہوتے ہیں اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں پیش آئیں وہ آپ کے پاس محفوظ نہیں ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کھانا کھایا، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کھانا کس طرح کھاتے تھے ان کی نشست اور بیٹھنے کا انداز کیا ہوتا تھا کچھ پڑھتے تھے یا نہیں کتنی انگلیوں سے کھاتے تھے کیا مرغوب تھا کھانے میں، وہ سوتے تھے تو کس طرح سوتے تھے کیا ہیئت ہوتی تھی۔ پانی کیسے پیتے تھے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر، آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام God تھے خدا سے دعا مانگتے تھے اور اتنی بات ہم بھی جانتے ہیں اور آپ بھی جانتے ہیں جو الفاظ ان کی دعاء کے آپ نقل کریں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ان کی سند نہیں پہنچتی۔ یہ بعد میں لوگوں نے لکھ لئے ہیں گڑھ لئے ہیں بنا لئے ہیں لیکن میں جس نبی پر ایمان لایا ہوں اور جن کو اپنا آئیڈیل اُسوہ اور نمونہ بنایا ہے زندگی کے لئے، ان کی ہر بات میرے سامنے کھلی ہوئی کتاب کی طرح عیاں ہے، میں نے کہا دیکھئے میں سات آٹھ سال کا ایک بچہ تھا اس وقت مجھ کو دنیا کی کچھ سوجھ بوجھ آجاتی ہے تو اس کے بعد سے میں اپنے والد کے ساتھ بیس سال رہا اور میں خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں میں اپنے والد کو اتنا نہیں جانتا جتنا اپنے آقا سرور دو عالم ﷺ کو جانتا ہوں، میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ

آپ لباس کس طرح پہنتے تھے کون کون سا لباس آپ نے زندگی میں پہنا، میں بتا سکتا ہوں کہ آپ کھانے کے لئے کس طرح بیٹھتے تھے کتنی انگلیاں استعمال کرتے تھے کیا مرغوب تھا کیا پڑھتے تھے کیا گفتگو ہوتی تھی ہر ایک چیز کے بارے میں یہاں تک کہ جو باتیں انسان کی پرائیویٹ اور نجی ہوتی ہیں اور عام طور پر انسان ان باتوں پر توجہ نہیں دیتا لیکن میں وہ بھی بتا سکتا ہوں کہ آپ آدھی رات کے بعد اور تہائی رات کے بعد اور آخری حصہ میں خدا سے کیا باتیں کیا کرتے تھے، آپ اپنی بیویوں سے رات کے اندھیرے میں کیا سرگوشی کیا کرتے تھے وہ بھی بتا سکتا ہوں، انسان جب کوئی آئیڈیل بنائے گا نمونہ بنائے گا تو اس وقت بنائے گا کہ جب اس کی ہر چیز سامنے ہو جس پر وہ چل سکے، میں نے ایک بات یہ بھی کہی کہ دیکھنے میں آپ کو یہ بتا سکتا ہوں کہ میرے آقا سرورِ دو عالم ﷺ کی ریش مبارک داڑھی کے کتنے بال سفید تھے میں نے کہا دنیا میں کوئی انسان اپنے باپ کے بارے میں بتا سکتا ہے کہ اس کی ڈاڑی کے کتنے بال سفید ہیں؟ تو میں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ کے درمیان سچے اور جھوٹے ہونے کا یا صحیح اور غلط ہونے کا فرق نہیں بلکہ فرق یہ ہے کہ ان کی تعلیمات ایک محدود وقت کے لئے تھیں اس کے بعد ختم ہو گئیں ان کی سیرت بھی محفوظ نہیں رہی اور نبی علیہ السلام کی سیرت اور تعلیمات قیامت تک کہ انسانوں کی رہنمائی کے لئے اللہ نے محفوظ رکھنے کا انتظام کر دیا، تو جس نعمت کو آپ یہاں پر حاصل کر رہے ہیں قرآن کو اور حدیث کو اور علوم اسلامیہ کو یہ وہ نعمت ہے جس کی پوری انسانیت کو ضرورت ہے۔ ہم حضور ﷺ کی زندگی کو دیکھیں کہ آپ کی زندگی کیا تھی، پہلی وحی جب آپ پر اتری ہے تو اور آپ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی اور گھر میں آکر آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا زَمِّلونی ''چادر اوڑھا دو'' مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میری جان نہ نکل جاوے تو حضرت خدیجہؓ نے ان الفاظ میں آپ کو تسلی دی کہ آپ تو بے سہاروں کا سہارا بنتے ہیں یتیموں کے کام آتے ہیں ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے ہیں آپ کو جو مسافر نظر آتا ہے اس کی خبر گیری کرتے ہیں یعنی ''سوشل ورک'' جسے کہا جاتا ہے۔

**علماء کی ذمہ داریاں:** اسلام کی دو بنیادیں تھیں عبادت اور خدمت، یہ دو پہلو ہیں اسلام کی گاڑی کے۔ اور دونوں کو برابر رکھنا پڑے گا، اگر گاڑی کا ایک پہیہ اوپر ہو اور ایک نیچے تو گاڑی نہیں چلے گی، عبادت کا جب بہت زیادہ جوش مارے تو وہاں خدمت کی طرف آدمی کو توجہ دینی چاہئے اور جہاں خدمت میں اتنا لگ جائے کہ عبادت سے غفلت ہو جائے تو عبادت کی طرف توجہ دینی چاہئے ہمارا تعارف دنیا میں ہونا چاہئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو انسانیت کی خدمت کرتے ہیں بے سہاروں کا سہارا بنتے ہیں جو بیواؤں اور یتیموں کے لئے یہ یہ کرتے ہیں، کیا ہمارا فی الواقع یہ تعارف ہے؟ ہم جس کے وارث کہلاتے ہیں۔ ایسا تو نہ ہو کہ ہماری وجہ سے ان پر کوئی حرف آئے پھر دوسری بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پوری انسانیت کو سامنے رکھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرانے کا حکم دیا۔ وانذر عشیر تک الاقربین تو آپ نے اس زمانے کا جو طرز تھا لوگوں کو جمع کرنے کا، ہر دور کا ایک میڈیا ہوتا ہے ایک طرز ہوتا ہے تو آپ نے صفا کی ایک پہاڑی پر چڑھ کر یا صباحاہ کر کے ایک آواز دی چلائے یہاں تک کہ گھبرا کر لوگ نکل آئے کیونکہ جب کوئی خاص واقعہ ہوتا تھا یا دشمن حملہ کردے تو وہاں اس طرح کوئی کھڑا ہو کر چلاتا تھا آواز دیتا تھا تو لوگ آ گئے پھر آپ نے پہلا جو خطاب کیا تو آپ نے یہ نہیں کہا اے مکہ والو! اے قریشیو! اے میرے خاندان والو! آپ نے فرمایا ایہا الناس انسانیت کو خطاب کیا پوری انسانیت کو اور اگر آپ دیکھیں حجۃ الوداع کا جو خطبہ ہے اور آج کا UNO کا جو چارٹ ہے انسانیت کے لئے وہ اسی کا ترجمہ معلوم ہوگا آپ کو، تو علم دین کا سیکھنا اور علم دین کو پھیلانا اور دنیا کے مسائل اس سے حل کرنا ہے ساری ذمہ داری ہم پر ہے۔

اس وقت پاکستان مسلمانوں کا ملک ہے کوئی انگریز حکومت نہیں کر رہا یہاں پر کہ ہم مدرسہ کی چاردیواری یا مسجد کی چاردیواری میں اپنے ایمان کو بچانے کی فکر میں ہوں جیسے ہندوستان میں جب انگریز آیا تھا اور علماء کا قتل عام کیا تھا اور جس طرح مدارس بند کئے تھے اور مدارس کی ساری جائیدادیں ضبط کرلیں تھیں اور طے کرلیا تھا کہ سب کو عیسائی بنانا ہے اور کوئی مسلمان

باقی نہ رہے تو اس وقت کے علماء نے ایک حکمت عملی اختیار کی تھی کہ چلو چھوڑ دو، دیہات میں جا کر دیو بند اور گنگوہ میں جا کر خانقاہوں میں رہو اور اپنے علم کو مخفی رکھ کر بچانے کی کوشش کی جائے تو آج ایسی کوئی بات تو نہیں ہے اگر چہ عملاً آج کل امریکہ کی عمل داری ہے لیکن ہے تو مسلمان کا ملک، تو اس کی ہمیں فکر کرنی چاہئے کہ یہ مسلمانوں کا ملک ہے تو یہاں پر کیا چیز غالب ہونی چاہئے، یہاں کا معاشی نظام کیا ہونا چاہئے؟ یہاں کا سیاسی نظام اور یہاں کی پارلیمنٹ میں کن امور پر بحث ہو، یہاں کا میڈیا ذرائع ابلاغ کیا ہو، یہاں کا معاشرہ اور سماج کن حدود پر استوار ہو، اسکی کیا قدریں ہوں؟ اگر حضور اکرم ﷺ پاکستان کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں آجائیں دیہات میں جہاں پر سو مسلمان بستے ہوں اور آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں کا نظام تعلیم سیکولر ہے لادینی یا اسلام دشمن ہے اور یہاں کا مالیاتی نظام اس بنیاد پر ہے جس پر اللہ اور رسول نے اعلانِ جنگ کیا ہے (سودی) اور ذرائع ابلاغ اور میڈیا کا نظام وہ ہے جو انسانوں میں گندگی، بے حیائی، فحاشی اور منکرات کو عام کرنے والا ہے سماج اور تہذیب جن قدروں پر استوار ہے وہ انسانوں کو خدا سے کاٹنے اور دور کرنے والا طریقہ ہے تو حضور اکرم ﷺ ایک لحہ کے لئے برداشت کریں گے اس بات کو کہ میری امت کے سو آدمیوں کا ایک گاؤں ہو اور یہ چیزیں ہوں؟ تو ہم جو ورثۃ الانبیاء ہیں ہم نے کیسے برداشت کرلیا کہ پورے پاکستان میں یہ چل رہا ہے اور ہم اس پر قانع ہوگئے، ہمیں بھی اس کے لئے تیاری کرنی ہے اسی وقت بعد میں نہیں ہوگی، جس طرح ہم یہاں پڑھتے ہیں حدیث کو اور قرآن کو حضور اکرم ﷺ کی نماز ہم پڑھ رہے ہیں بخاری میں یا کسی کتاب میں تو نماز کا عملاً سیکھنا بھی پڑے گا بعد میں کوئی موقع نہیں ہوگا سیکھنے کا اور بعض الفاظ میں تقویٰ، احسان اور توکل اور ان سارے الفاظ پر صحابہؓ نے محنت کی تو الفاظ یہی تھے حقائق ان کو حاصل ہوگئے یہاں پر علم کے الفاظ بھی ہمیں لینے ہیں علم کی حقیقت بھی لینی ہے اور علم پر چلنے کا شوق و ذوق بھی حاصل کرنا ہے۔

آج دنیا میں جو سب سے بڑا مسئلہ ہے سب سے بڑی کشمکش ہے آج کا مغرب یہ سمجھتا ہے

کہ اب ہمیں کسی آسمانی ہدایت کی ضرورت نہیں حالانکہ قرآن میں آپ نے پڑھا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا تھا کہ زمین پر اتر جاؤ **فاما یأتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والذین کفروا و کذبوا بایتنا اولئک اصحب النار ھم فیھا خالدون** اگر اتباع نہ کی تو یہ یہ سزا ہے پوری تفصیل ہے قرآن میں، تو انسان ہر وقت آسمانی ہدایت کا وحی کا محتاج ہے لیکن آج کا مغرب یہ کہتا ہے کہ نہیں اب انسان کی عقل کامل ہوگئی ہے اور انسان ترقی کر کے تہذیب کے اس عروج پر پہنچ گیا ہے کہ اسے کسی وحی کی ضرورت نہیں ہے۔ انسان کی سوسائٹی جو کہتی ہے وہ صحیح ہے اکثریت جو کہہ دے اور عقل جو فیصلہ کر دے **ان یتبعون الاالظن وما تھوی الانفس**۔ عقل آپ کو یقین تو نہیں دے گی بس گمانِ غالب ہی دے گی اور اس وقت عقل اور خواہشات یہ دو بنیادی ہیں دنیا میں انسانوں کی زندگی گزارنے کی، اس پر فیصلے ہو رہے ہیں یہ پارلیمنٹ کا نظام کیا ہے اکثریت جیسی بھی ہو جو کہہ دے بس وہ صحیح ہے، حق اور باطل کیا یہ بھی اکثریت ہی پر منحصر ہے۔

**چرچ آف انگلینڈ کا دوغلہ پن:** انگلینڈ میں چرچ آف انگلینڈ ہے جو چرچوں کی اور مذہبی اداروں کی سب سے بڑی اتھارٹی ہے اس نے پہلے ایک ہدایت جاری کی تھی کہ وہ لڑکے اور لڑکیاں جو بغیر شادی کے آپس میں رہتے ہیں اسے گناہ کہا جائے گناہ سمجھا جائے حوصلہ شکنی کی جائے، پھر کچھ عرصہ بعد کہا نہیں اب تو عام طور پر لوگ رہنے لگے ہیں اس لئے نہ اسے گناہ سمجھا جائے نہ گناہ کہا جائے نہ حوصلہ شکنی کی جائے، یعنی صحیح کیا ہے وہ بھی سوسائٹی فیصلہ کرے گی کہ یہ صحیح ہے یا غلط ہے گناہ ہے یا ثواب ہے تو آج یہ بنیاد ہے۔ دنیا میں دو بنیادوں پر عالم کا نظام چل رہا ہے ایک اکثریت کیا چاہتی ہے اور ایک یہ ہے کہ انسان کی عقل کیا کہتی ہے دو بنیادیں ہیں جبکہ ہماری بنیاد ہے کہ سارے انسان بھی جمع ہو جائیں تو وہ نہ حلال کو حرام کر سکتے ہیں نہ حرام کو حلال کر سکتے ہیں، جو اللہ نے کہہ دیا وہ آخری بات ہے۔ وحی فیصلہ کن ہے تو ہمیں دنیا میں اس بات کو لے کر کھڑا ہونا ہے کہ انسانوں میں آخرت کی بہبود اور کامیابی صرف وحی کی اتباع میں ہے۔

نوٹنگھم میں ایک پادری سے مسائل پر بات چیت ہو رہی تھی تو ان سے ایک بات ہم نے کہی کہ دیکھو ایک بات پر ہم اور آپ متفق ہیں آپ بھی مانتے ہیں کہ دنیا میں بہترین دور سنہرا دور امن کا دور اور اچھا دور انسانیت کا وہ تھا جب انسان وحی کی اتباع کرتا تھا، آسمانی وحی کے تابع تھا تو اب دو ہی راستے ہیں یا تو وحی کی اتباع کرے یا خواہشات کی اتباع کرے تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ آپ بھی مانتے ہیں اور ہم بھی مانتے ہیں انسانیت کے لئے بہترین دور، امن کا سنہرا، کامیابی کا دور اور بہبودی کا دور تھا جب انسان آسمانی ہدایت پر چلتا تھا آسمانی وحی کی اتباع کرتا تھا۔ اب آپ اس بات کی اور تحقیق کر لیجئے کہ جتنی آسمان سے وحی اتری ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرور دو عالم ﷺ تک ان وحیوں میں سے کون سی وحی انسانیت کے لئے محفوظ ہے بس اس کی تحقیق کر لیں آپ کو پتا چل جائے گا کون سی وحی محفوظ ہے اس وقت جو ہمیں دنیا میں چیلنج درپیش ہے اور کہا جا رہا ہے کہ بس مذہب کا دور ختم ہو گیا اور اب ہماری عقل کامل ہوگئی اور ہم گویا اتنے بالغ ہو گئے عقلی اعتبار سے کہ اب ہمیں کہیں باہر سے ہدایت لینے کی ضرورت نہیں ہے، ہمیں اس فلسفہ کو رد کرنا ہے ہر دور میں علماء نے یہ کیا ہے یا نہیں کیا؟ جب فتنہ اٹھا ہے یونانی علوم کا فلسفۂ یونانی کا تو امام غزالیؒ، امام رازیؒ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کافی اچھے لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے فلسفے کے چیلنج کو قبول کیا، اس کا جواب دیا اس کا مقابلہ کیا، اسلام کی اور وحی کی برتری ثابت کی، جواب دیا یا نہیں دیا؟ اور آج تک ہم وہی جواب دیتے چلے جا رہے ہیں صدیوں پہلے سوالات تو ختم ہو گئے۔ (یعنی اس وقت کے بعض سوالات ختم ہو گئے ہیں نہ کہ سب) لیکن ہم وہی جواب دیئے چلے جا رہے ہیں، اور فلسفہ جدید نے جو سوالات پیدا کئے، بھئی ایک تو ہے علوم نقلیہ قرآن، حدیث، فقہ جو نقلی علوم ہیں وہ تو غیر متبدل ہیں اس کے بارے میں تبدیلی کا تو سوچنا بھی حرام ہے، لیکن ایک ہے عقلی علوم، وہ ہر دور کے علوم ہیں۔ ہم نے آج کے عصری علوم کو بھلایا ہوا ہے۔ آج کے انسانوں کی ذہنی سطحیں کیا ہیں؟ آج کی کوئی بات اگر آپ کسی تعلیم یافتہ آدمی کو یا یورپ کے کسی آدمی کو کہنا چاہیں تو آپ کا اسلوب بھی کچھ اور ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

تھا کلم الناس علی قدر عقولهم ان کی ذہنی سطح پہلے معلوم کریں پھر ان سے بات کریں آج ہو یہ رہا ہے کہ ہم اپنے انداز میں اپنے طرز پر دین کا کام کئے جا رہے ہیں لیکن ہم اس بات کی کوشش نہیں کر رہے کہ دنیا میں ہماری اور ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟ جو طالب بن کر آ گئے وہ بھی ہماری ذمہ داری میں ہیں جو عصری اسکولوں میں جا رہے ہیں ۶۵ فیصد بچے یا اس سے زیادہ وہ بھی ہماری ذمہ داری میں ہے، وہ ہیں تو مسلمان، پھر پورے عالم کے متعلق ہماری ذمہ داریاں ہیں

نبیوں کے دو کام ہوتے تھے سارے نبیوں کے، ایک تو انسانوں کو اپنے خالق کا تعارف کرانا اس سے تعلق جوڑنا اور دوسرے یہ کہ ہر دور میں کچھ لوگ وسائل اور ذرائع، پیداوار اور رزق پر قابض ہو کر خدا بن بیٹھتے ہیں، اور انسانوں سے اپنی عبادت کرواتے ہیں ان کی خدائی کو توڑنا چاہئے، نمرود ہو، فرعون ہو قیصر و کسریٰ ہو یا آج کے خدا ہوں انسانیت کو ان کے چنگل سے ان کے مظالم سے ان کی پکڑ سے نکال کر آزاد کرنا ہے جس طرح صحابہؓ جب ایران گئے تو انہوں نے یہی کہا ہم کیوں آئے ہیں یعنی ہم اس لئے آئے ہیں تاکہ لوگوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر خدا کی غلامی میں داخل کریں۔ ومن ضیقة الی سعة دنیا کی تنگیوں سے نکال کر انہیں وسعت دیں، دنیا کی من جور الادیان الی عدل الاسلام دنیا کے باطل دینوں کے ظلم و ستم سے نکال کر اسلام کے عدل سے نوازنے کے لئے آئے ہیں، ہر انسان کو برابری کی سطح پر عزت و اکرام اور آزادی دلوانے کے لئے آئے ہیں۔ آج پھر ہماری غفلت سے دنیا میں جہالت کا دور واپس آ گیا ہے۔

**جہالت کسے کہتے ھیں:** مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا جہالت کہتے ہیں نہ جاننے کو اور جاہلیت کہتے ہیں جان کر نہ ماننے کو، جہالت ہے نہ جاننا اور جاہلیت ہے جان کر نہ ماننا۔ اور جاہلیت کسی خاص دور کا نام نہیں ہے کہ اسلام سے چودہ سو سال پہلے جاہلیت تھی۔ جاہلیت آج جدید دنیا میں غالب ہے، آج بھی جاہلیت ہی کا دور ہے۔ جاہلیت اسے کہیں گے ہر وہ نظام ہر وہ طرز زندگی جو وحی کی تعلیمات سے ہٹ کر ہو وہ

جاہلیت ہے جس کی بنیاد آسمانی وحی پر نہ ہو کتاب اللہ پر نہ ہو وہ جاہلیت ہے۔ تو جو علم کے مراکز ہیں اس لئے ہیں کہ ہم اس علم کے انوارات لے کر یہاں سے اٹھیں
اور دنیا کی جہالت کے اندھیرے کو ختم کریں انسانوں کو ان کے اصل مقام اور خالق سے متعارف کرائیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپکو منتخب کیا ہے ہزاروں اور لاکھوں انسانوں میں سے، پاکستان میں کروڑوں کی تعداد میں لوگ بستے ہیں ان میں سے چند ہزار کو اللہ منتخب کرتا ہے اپنے دین کے لئے اور اس کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے تو یہ اللہ کا انتخاب ہے۔ بڑے سے بڑے ڈاکٹر کو آپ دیکھیں ان کو کس لئے منتخب کیا ہے جاتا ہیں مریضوں کا پیشاب پاخانہ دیکھتے ہیں چیر پھاڑ کرتے ہیں ان کی زندگی کیا ہے؟ بڑے بڑے سائنسدان ہیں چاند پر جاتے ہیں تو وہاں کی مٹی، پتھر پر ہی تحقیق کرتے ہیں، خدا نے انسانوں کو کہاں کہاں لگا رکھا ہے کسی کو پہاڑ توڑنے پر کسی کو میزائل بنانے پر، مگر ہمیں ہماری بغیر کسی اہلیت کے خدا نے منتخب کرلیا قرآن پڑھنے کے لئے احادیث کو پڑھنے کے لئے اس کو سمجھنے کے لئے علم دین حاصل کرنے کے لئے، یہ کتنا بڑا خدا کا انعام ہے خدا کا جو انعام اور احسان ہے اس کا صحیح معنی میں شکرانہ یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو ولی طور پر اس کے لئے خاص کرلیں کہ ہمیں دنیا میں اسے سیکھنا بھی ہے عملی زندگی میں بھی لانا ہے پھیلانا بھی ہے اور اسے غالب بھی کرنا ہے۔ ہم مٹھی بھر حضرات اس بات کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کرلیں تو انشاء اللہ پھر اللہ کے لئے کوئی بعید نہیں ہے اور ہمارا ایمان ہے یقین ہے کہ کل سورج نکلے گا اسی طرح یقین ہے کہ وہ وقت بہت جلدی آئے گا جب ہر کچے پکے گھر میں اسلام داخل ہوگا۔

**وما علینا الا البلاغ المبین۔**